توحید کا پیغام

تالیف

عبدالعزیز بن محمد آل سعود رحمہ اللہ

ترجمہ

مشتاق احمد کریمی

موسس وصدر الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار، بہار

طابع و ناشر

الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار، بہار

پوسٹ بکس نمبر (۲۲) ضلع کٹیہار پن کوڈ (۸۵۴۱۰۵)، بہار

ٹیلی فون: ۲۳۴۹۳۲، فیکس نمبر: ۲۲۵۸۹۶، سٹی کوڈ: ۰۶۴۵۲

سلسلہ مطبوعات الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار (۱۴)

نام کتاب : توحید کا پیغام

مولف : عبدالعزیز بن محمد آل سعود ترجمہ: مشتاق احمد کریمی

سن طبع اول : ۲۰۰۴ء

صفحات : ۶۵

تعداد : ۱۱۰۰

تقسیم کار : معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار ۸۵۴۱۰۵

پروڈکشن : الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار، بہار فون ۲۲۵۸۹۶

کمپوزنگ : مکتب دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

طابع : سرورق ڈیزائن :

قیمت : ۳۰ روپئے

ملنے کا پتہ: ۱۔ معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵۔

۲۔ اپنا کتب خانہ، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵۔

۳۔ جنرل کتاب گھر، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵۔

۴۔ مکتبہ ترجمان، مرکزی جمعیت اہل حدیث ۴۱۱۶ جامع مسجد دہلی ۶۔

۵۔ مکتبہ جامعہ ابن تیمیہ، مسجد کالے خان، دریا گنج، نئی دہلی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ از ناشر

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريک له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

اولاً: اس پیغام کو ایک عالم نے علماء مسلمین کے نام لکھا، جسے اللہ تعالیٰ نے خیر بلاد (جزیرۃ العرب) میں اپنے بندوں کی زمام حکومت عطا کی تھی اور جس نے چالیس سال تک حکومت کی باگ ڈور سنبھال رکھی تھی اور جو قرون ثلثہ کے بعد بہترین حکومت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم حکمراں کو وافر مقدار میں بہت سی ایسی نعمتیں عطا کر دی تھیں جو ائمہ مسلمین میں بہت سارے لوگوں میں وہ باتیں بہت کم ہی جمع ہوتی ہیں۔ شریعت کا علم، عمل صالح، بصیرت کے ساتھ دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، تا کہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو، سب اس کے اندر بدرجہ اتم پائے جاتے تھے، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ (نیز اس کے والد اور اس کی اولاد اور اس کے مشائخ کے ذریعہ) جزیرۃ العرب میں دین ودعوت علی منہاج النبوہ پر مسلمانوں کی شیرازہ بندی کر دی تھی اور ان کے ہاتھوں قبروں کے اوثان، مقامات، مشاہد و مزارات کو مسمار کرا دیا تھا اور پورے ملک کے طول وعرض میں یمن سے عراق تک اور بحر احمر سے خلیج فارس تک بدعات وخرافات اور فتنوں کی کمر توڑ کر

رکھ دی تھی اور ان کے بدست اللہ تعالیٰ نے ایسی بےنظیر سلطنت قائم کر دی تھی جس کی قرون اولیٰ کی حکومتوں کے بعد کوئی مثال نہیں ملتی، اور جس کی بنیاد صرف توحید کی دعوت پر قائم کی گئی تھی (جو تمام رسولوں کی دعوت تھی)، نیز اس راہ میں زبان وتلوار کے ذریعہ جہاد پر تھی، یہانتک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورا دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ جہاد کیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ کیا تھا۔

اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو وہ اپنے مٹی اور کھجور کے تنوں سے بنے گھر سے اپنی مٹی کھجور کی شاخوں سے بنی مسجد کے لئے نکلے تاکہ وہ لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائیں۔ اور بحالت نماز ان پر ایک کافر نے حملہ کر دیا جو خود کو بڑا گوشہ نشین عبادت گزار ظاہر کرتا تھا۔ اس نے ان کو خنجر سے زخمی کر دیا جو اس پلید نے اپنے کپڑوں کے اندر چھپا رکھا تھا۔ اس نے یہ مذموم حرکت عراق کے بعض اوثان کا انتقام لینے کے لئے کی تھی جسے دو سال قبل توحید کے لشکروں نے انہی کی قیادت میں مسمار کر دیا تھا۔ اس طرح ان کی موت اسی طرز پر ہوئی جس طرز پر خلیفہ راشد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ہوئی تھی، یعنی اللہ کی راہ میں شہادت کی موت۔

ثانیاً: ان کی وفات پر دو صدیاں بیت گئی ہیں اور یہ مقدمہ لکھنے کے وقت تک اللہ کے فضل وکرم سے اس مبارک دعوت کے اثرات سے جزیرۃ العرب برابر مستفیض ہوتا آ رہا ہے اور یہ ملک دوسرے اسلامی ملکوں اور بلاد کفر سے درج ذیل امور میں ممتاز ہے:

۱۔علَم توحید﴿لا إله إلا الله محمد رسول الله﴾ کی سربلندی، جبکہ اس کے مقابلہ میں طاغوتی جھنڈے یہاں سرنگوں ہیں۔

۲۔لوگوں کے مابین احکام شریعت کے مطابق فیصلہ۔

۳۔حدود اللہ یعنی قصاص، رجم، ہاتھ کاٹنا، سولی پر چڑھانا اور تعزیر وغیرہ پر مکمل عمل۔

۴۔وحی الٰہی کے مطابق شرک وکفر سے پاک عقیدہ کی تعلیم، نیز بدعات وخرافات سے خالی عبادت کی تمام مراحل تعلیم میں عملی تربیت۔

۵۔مسلمان عورتوں پر حجاب و پردہ کا مکمل نفاذ، اور دونوں جنسوں کے لئے تعلیم وعمل کا الگ الگ انتظام۔

۶۔حکومت کی طرف سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مستقل شعبہ کا قیام۔

۷۔حکومت کی جانب سے علی منہاج النبوت فتویٰ، دعوت اور بحوث شرعیہ کے مستقل اداروں کا قیام، جس کا دائرہ عمل داخل وخارج مملکت دونوں ہے۔

۸۔ اللہ کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے غیر مسلموں کے لئے یہاں شہریت اختیار کرنے پر مکمل پابندی۔

۹۔یہاں یہودیوں کا کنیسہ ہے، نہ نصرانیوں کا گرجا، نہ بت پرستوں کا مندر اور نہ خودساختہ تصوف کی خانقاہیں۔

۱۰۔یہاں کی مسجدیں قبروں، مشاہداور مزاروں کے اوثان سے پاک ہیں۔ (یعنی جاہلیت اولیٰ کے اوثان سے پاک ہیں)۔

۱۱۔ یہاں کے میدان اور سڑک قائدین اور لیڈروں کے مجسموں سے پاک ہیں۔(جو جاہلیت اولیٰ کے بت ہیں)۔

۱۲۔ یہاں کے بازار اور تجارتی مراکز شیطانی سامانوں سے پاک ہیں(یعنی شراب، جوا اور طوائف خانہ وغیرہ سے)۔

۱۳۔ یہاں کا معاشرہ گروہ بندی، فرقہ بندی، نیز دینی وسیاسی فرقہ بندیوں سے پاک ہے، جو مسلمانوں کے انتشار وافتراق کا سبب ہے۔

۱۴۔ یہاں دونوں اسلامی عیدوں کے علاوہ کوئی قومی یا عالمی عیدیں اور خوشیاں نہیں منائی جاتیں۔

۱۵۔ یہاں اذان کے بعد نماز ختم ہونے تک خرید وفروخت اور دوسرے کاموں پر مکمل پابندی عائد ہے اور اذان ہی حکومت کی طرف سے اس کا رسمی اعلان ہے۔

ثالثاً: یہاں کی سب سے بڑی دولت بدعات وخرافات سے پاک وصاف دین وشریعت، قابل رشک امن وامان اور بے مثال خوشحالی ودولت کی فراوانی ہے اور یہ نتیجہ ومرہون منت ہے اس کے اللہ کے ساتھ عہد و پیمان پر استقامت وثبات قدمی کا اور جس کا اعلان اس حکومت کے بانیوں امام محمد بن عبدالوہاب اور امام محمد بن سعود رحمہما اللہ نے کیا تھا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اہل اقتدار اور حکومت کے شعبوں پر ہے، گویا یہ برملا کہا جاسکتا ہے کہ یہاں قانون سازی علماء دین (علماء کی اعلیٰ کمیٹی) کے ہاتھ میں ہے، تو اس قانون کا نفاذ اہل حکومت واقتدار کے ہاتھ میں۔

جزیرۃ العرب کی یہ صورت حال تھی جب امام عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ نے یہ

رسالہ لکھا تھا اور یہی صورت حال اس حکومت کی ترقی واز دہار کے تمام زمانوں میں تھی اور ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے بطور نمونہ جزیرۃ العرب کی حفاظت فرمائے اور اسے اور دوسرے تمام مسلمان ملکوں کو شرک وبدعات، گناہ ومعاصی، فتنوں اور فتنہ بازوں سے پاک کرے، آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه والتابعين له باحسان الى يوم الدين.

سعد الحصین

۱۴۱۲/۳/۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان إلا على الظالمين، وصلى الله على خاتم الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين .

''عبدالعزیز بن محمد بن سعود کی طرف سے حرمین شریفین، شام، مصر، عراق کے علماء وقضاۃ کے نام، نیز مشرق ومغرب کے تمام علماء کے نام''۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد:

اللہ جل شانہ وتعالیٰ سلطانہ نے مخلوق کو عبث نہیں پیدا کیا اور نہ اسے بے مقصد چھوڑ دیا، بلکہ اس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے اس کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اپنی نافرمانی سے ڈرایا اور اس کو یہ بتلا دیا کہ جزا وسزا لامحالہ واقع ہوگی اور وہ یا تو جہنم ہوگی جو اللہ کا عدل وانصاف ہے، یا جنت ہوگی جو اس کا رحم وکرم ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر اس کتاب میں بیان کیا جو اس نے نازل کی ہے اور ہر اس رسول کی زبانی بتایا جسے اس نے مبعوث فرمایا، جیسا کہ قرآنی آیات بتاتی ہیں اور احادیث نبویہ ہمیں خبر دیتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**﴾ (الذاریات:۵۶) ''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**وقضىٰ ربک ألا تعبدوا إلا إياه**﴾ (الاسراء:۲۳) ''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا''۔

''عبادت'' ایک جامع لفظ ہے جو ہر اس قول وعمل کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جس سے وہ خوش ہوتا ہے اور جو اس کی عظمت وجلال کے ساتھ خاص ہے۔ عبادت ہی وہ غایت ہے جو اس کو محبوب ہے اور اس کے یہاں پسندیدہ ہے۔ اسی کے ساتھ اس نے تمام رسولوں کو بھیجا، جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿**اعبدوا الله ما لكم من إله غيره**﴾ (الاعراف:۵۹) ''اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں''۔ اور یہی دعوت ہود، صالح، اور شعیب علیہم السلام وغیرہ رسولوں نے بھی دی: ﴿**اعبدوا الله ما لكم من إله غيره**﴾ (الاعراف:۵۹تا۸۵) ''تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ''الٰہ'' کا اطلاق معبود حق اور معبود باطل دونوں پر ہوتا ہے، اور معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**فاعلم أنه لا إله إلا الله**﴾ (محمد:۱۹) ''سو اے نبی! آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**ولقد بعثنا في كل أمة رسولاً أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت**﴾ (النحل:۳۶) ''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو''۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿**وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون**﴾ (الانبیاء:۲۵) ''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو''۔

فصل

جب ہم کلام اللہ، سنت رسول اللہ اور ائمہ اربعہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ سلف کے اقوال سے یہ جان گئے اور سمجھ گئے کہ ﴿**لا إلـــه إلا الــلــه**﴾ کا معنیٰ اللہ کے سوا سارے معبودان باطلہ کو چھوڑنا ہے اور صرف اسی کی خالص عبادت کرنا ہے۔

اور ''توحید عبادت'' یہ ہے کہ بندے اپنے تمام افعال واقوال میں اپنے رب کو خاص کرلیں جنہیں کرنے کا اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول ﷺ کی زبانی حکم دیا ہے۔ اگر ان افعال کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے کیا جائے، تو اللہ کے ساتھ اس کو معبود بنانا شمار ہوگا خواہ وہ ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ مشرک تو مشرک ہی ہوتا ہے، خواہ وہ ایسا چاہے، یا نہ چاہے۔ اور توحید صرف اللہ تعالیٰ کے اپنے افعال میں تنہا و یکتا ہونے کا نام نہیں ہے، مثلاً آسمان وزمین، رات ودن کی تخلیق، بندوں کو رزق دینا اور بندوں کے سارے امور کی تدبیر کرنا وغیرہ، کیونکہ اس توحید کا اقرار تو مشرکین بھی کرتے تھے، مگر اس کے سبب وہ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے اور اس توحید کو ''توحید ربوبیت'' کہتے ہیں۔

عبادت کا لغوی وشرعی معنیٰ:

لغت میں ''عبادت'' کا معنیٰ ''عاجزی وانکساری'' ہے۔ اور شریعت میں ''عبادت'' بندوں کے ان تمام افعال واقوال کو کہتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جو نہ بطور عرف عام ہو اور نہ بطور تقاضائے عقل ہو اور جو اس کے جلال

وعظمت کے ساتھ خاص ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ کو حصول نفع یا دفع ضرر کے لئے پکارنا، جس پر صرف اللہ ہی قادر ہو، یا اس سے امید رکھنا اور اس پر توکل کرنا، جانور ذبح کرنا، نذر ماننا، اسی کی طرف متوجہ ہونا، اسی کے آگے جھکنا وغیرہ۔ یہ سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے ساتھ خاص ہیں، جس طرح سجدہ اور تسبیح وتہلیل خاص ہیں اور مذکورہ تمام اعمال ﴿**لا إله إلا الله**﴾ کے معنیٰ میں داخل ہیں۔ اور دونوں توحید ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں اور دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، یہاںتک کہ ایک کی صحت دوسرے پر موقوف ومنحصر ہے۔

جب ہم نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا اور اس کے لئے عملی اقدام کیا تو اہلِ اہواء ہمارے خلاف صف آرا ہو گئے، ہمیں خارجی بنادیا اور بدعتی قرار دے دیا اور ہمارے اور ہمارے متبعین کے مقابلہ میں یہود ونصاریٰ کے شر کو کمتر قرار دیا، جبکہ ان کے ساتھ ہمارا نزاع نہ جملہ معاصی کے بارے میں تھا اور نہ اجتہادی مسائل میں۔ بلکہ ہمارے اور ان کے درمیان ان باتوں میں بالکل اختلاف نہیں تھا، اختلاف تھا تو صرف عبادت اور اس کے اقسام، نیز شرک اور اس کی جملہ قسموں کے بارے میں تھا۔

فصل

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کا نہ کوئی ولی ہے، نہ مددگار اور نہ کارساز، اور تمام شفاعت کرنے والے جن کے سرخیل اور جن میں سب سے افضل ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں اور ان سے کمتر شفاعت کرنے والے، کسی کے لئے شفاعت نہیں کریں گے، یہاںتک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن مل جائے، ارشاد ربانی

ہے:﴿**من ذا الذی یشفع عندہ إلا بإذنہ**﴾ (البقرہ:۲۵۵) ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**أفحسب الذین کفروا أن یتخذوا عبادی من دونی أولیاء**﴾ (الکہف:۱۰۲) ''کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ میرے سوا وہ میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟''۔ نیز ارشاد باری ہے:﴿**ولا یشفعون إلا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون**﴾ (الانبیاء:۲۸) ''وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو، وہ تو خود ہیبت الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں''۔ نیز ارشادربانی ہے:﴿**قل للہ الشفاعۃ جمیعاً**﴾ (الزمر:۴۴) ''کہہ دیجئے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے:﴿**وکم من ملک فی السموات لاتغنی شفاعتھم شیئاً إلا من بعد أن یأذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ**﴾ (النجم:۲۶) ''اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں، جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے''۔

اور جب یہ بات متعین ہے، تو درحقیقت ساری شفاعت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اس کے دَر میں اللہ کے سوا کسی سے بھی مانگا نہیں جائے گا۔

اس لئے تمام انبیاء واولیاء کو اللہ تعالیٰ اور اس کے مخلوق کے مابین حصول خیر یا دفع شر کے لئے وسیلہ یا واسطہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ اللہ کے حق میں سے کچھ بھی ان کے لئے کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق الگ ہے اور انبیاء کا حق بالکل جدا۔

اور اللہ تعالیٰ کا حق اپنی تمام قسموں کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرنا ہے، جو اس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں مشروع کیا ہے اور اپنے رسول کی زبانی امت کو بتا دیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا حق ان پر اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لانا، ان سے دوستی رکھنا، ان کا ادب واحترام کرنا، اس نور کا اتباع کرنا جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا، اور ان کی محبت کو اپنے نفس، مال، اولاد اور تمام انسانوں پر مقدم کرنا ہے۔

اور ان سے سچی محبت کی دلیل ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لانا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله**﴾ (آل عمران: ۳۱) ''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔ نیز ان کے معجزات پر ایمان اور اس بات پر ایمان کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام امت کو پہنچا دیئے ہیں اور اس امانت کو ادا کر دیا ہے اور امت کو اس کی نصیحت کر دی ہے۔ اور یہ کہ ہمارے نبی محمد ﷺ تمام انبیاء میں سب سے افضل اور آخری نبی ہیں، نیز ان کی شفاعت کو ثابت ماننا جو اللہ نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے اذن کے بعد آپ ﷺ اہلِ توحید کے لئے جس سے اللہ خوش ہو، شفاعت کریں گے۔

اور ''مقام محمود'' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور جس کی بہت بڑی شان ہے وہ صرف ہمارے نبی محمد ﷺ کے لئے ہے۔ نیز اولیاء کرام کا حق ان سے محبت کرنا، ان سے راضی رہنا اور ان کے کرامات پر ایمان لانا ہے۔ یہ ان کا

ہرگز حق نہیں کہ ان سے فریاد کی جائے تا کہ وہ اپنے مانگنے والوں کے لئے خیر و بھلائی لائیں، جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا، یا ان سے شر و مصیبت دور کریں، جس کے دور کرنے پر سوائے اللہ کے کوئی قادر نہیں، کیونکہ ''دعا وفریاد'' عبادت ہے اور اللہ ذوالجلال کے ساتھ خاص ہے۔

اور یہ بات بھی اس وقت ہے جب کسی خاص فرد کے بارے میں یہ امید کامل ہو کہ اس کو ولایت کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے اتباع سنت کا ظہور ہو اور وہ اپنے تمام حالات ومعمولات میں تقویٰ وطہارت پر عامل ہو۔ ورنہ اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ لوگ اس شخص کو ولی مان لیتے ہیں جس کی تسبیح لمبی ہو اور اس کے قمیص کی آستین چوڑی ہو، اس کا دامن نیچے تک لٹکتا ہو اور وہ اپنا ہاتھ لوگوں کے بوسہ کے لئے دراز کرتا ہو اور وہ مخصوص قسم کا لباس پہنتا ہو اور اپنے پاس طبلہ وسارنگی رکھتا ہو اور ولایت کے نام پر بندوں کا مال ناجائز اور ظالمانہ طور پر کھاتا ہو اور سنت رسول واحکام شریعت سے اعراض ومنہ موڑتا ہو۔ جبکہ ہماری دعوت کا خلاصہ ونچوڑ قرآن کریم اور ذکر حکیم پر عمل ہے جو بصیرت کی نگاہ سے اس پر غور وتدبر کرنے والوں کے لئے کافی وشافی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ کی حجت وبرہان، اس کا عہد وپیمان اور وعدہ ووعید ہے، اس لئے جو اس پر عمل کرے گا وہ نیک بخت ہوگا اور اس کی سعادت ظاہر وباہر ہوگی اور جو اس کے خلاف عمل کرے گا اور اپنے نفس کی پیروی کرے گا وہ کھلا ہوا گمراہ ہوگا۔

اور مسئلہ توحید میں نہ اجتہاد چلتا ہے اور نہ تقلید اور نہ ہی تکبر وعناد۔ ہم کسی کو کافر

نہیں گردانتے، ہاں! اگر کوئی ہمارے اس امر ونہی کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو توحید نازل کی ہے اس پر عمل نہ کرے، بلکہ توحید کی ضد (شرک) پر عمل کرے جو شرک اکبر ہے اور ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوتی، اور اسی کو دین بنا لے اور اسی کا نام بطور عناد وعدوان وسیلہ رکھ لے اور اہلِ شرک سے دوستی رکھے اور ہمارے خلاف ان کی مدد کرے اور دین کے ارکان پر عمل نہ کرے اور ہماری دعوت قبول کرنے سے انکار کر دے اور ہم سے جنگ کا حکم دے اور ہمیں اللہ کے دین سے پھیر کر اس شرک پر لوٹانا چاہے جس پر وہ قائم ہے اور ان تمام باتوں پر عمل کرے جن سے رب العباد ناراض ہوتا ہے، تو یہ اور بات ہے۔ ''اور اللہ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کر دے گو کافر ناخوش ہوں''۔

اور ہمارے خلاف ان کی دلیل اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جس (ولی) کو پکارا جاتا ہے وہ شفیع بنے گا یا وسیلہ۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ پکارنے والے جو مُردوں اور غائب زندوں کو پکارتے ہیں، ان سے تکلیف دور کرنے، مصیبت ٹالنے، بیمار کی شفا پانے، رزق کی فراوانی وکشادگی دینے، بحر وبر کے دشمنوں کے خلاف مدد کی فریاد تک کرتے ہیں اور مسئلہ شفاعت ووسیلہ پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور ہمارے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ شفاعت گرچہ آخرت میں ہوگی، مگر اس کے بہت سارے اقسام ہیں جو بخوف طوالت یہاں ذکر نہیں کئے جا سکتے۔ اس کی تفصیل اپنی جگہوں سے معلوم کریں۔

اور ہر مسلمان پر نبی کریم ﷺ کی شفاعت بلکہ آپ کے علاوہ دیگر انبیاء واولیاء کی شفاعت پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور شفاعت وصف کے ساتھ ثابت ہے، شخص

کے ساتھ نہیں۔ البتہ شفاعت عظمیٰ تمام اہلِ موقف کے لئے عام ہوگی۔ اور اس شفاعت میں ہرگز وہ بات نہیں ہے جو یہ لوگ مراد لیتے ہیں۔اور وصف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو،تو اس کے لئے شفاعت ثابت ہوگی۔

جیسا کہ بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**لكل نبي دعوة مستجابة، وإني خبأت دعوتي لأمتي، وهي نائلة منكم إن شاء الله من مات لايشرك بالله شيئاً**﴾ ''ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگی، اور میں نے اپنی یہ دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ رکھ لی ہے، اور وہ اللہ نے چاہا تو، تم میں سے ہر اس شخص کو ملنے والی ہے، جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو''۔ نیز اس کا ذکر انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شفاعت والی لمبی حدیث میں ہے اور ''حدیث ذراع'' میں بھی ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث ہے۔

اور جب شفاعت وصف کے ساتھ ہوگی، تو اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست رکھنا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کو ہمارا شفیع بنا دے، یہی مطلوب ہے۔

فصل

اس لئے ہر مسلمان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے تمام پختہ ارادوں اور عزائم کو اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف پھیر دے، اسی کی طرف متوجہ ہو اور اسی پر

توکل کرے اور حق عبودیت کو اللہ ہی کے لئے ثابت مانے، تو جب وہ موحد مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے نبی ﷺ کو شفیع بنا دے گا۔

اس کے برخلاف جو شخص اس معاملہ میں اہمال کا مظاہرہ کرے، اس کو چھوڑ دے اور غیر اللہ پر توکل کرے، غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس سے ایسی امید رکھے جس پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں، اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی شفاعت پر یقین کرے اور اسی کی طرف متوجہ ہو، براہ راست نبی کریم ﷺ یا دیگر اولیاء سے شفاعت کا طالب ہو اور اس میں اسی کی طرف راغب ہو اور اس سے جو اللہ ہی کے لئے عبادت کو خاص کرنا اور شفاعت طلب کرنا مطلوب ہے، اس کا تارک ہو، تو یہ بعینہ مشرکین کا عمل وعقیدہ ہے اور دنیا میں شرک کا وجود ہی اسی عقیدہ کے سبب ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا مادہ اس کے اذن کے بغیر ہر کسی سے کاٹ دیا۔ اس لئے کوئی بھی اللہ کے بغیر اس کے پاس شفاعت نہیں کرے گا، نہ ملائکہ، نہ نبی اور نہ کوئی دوسرا۔ کیونکہ جو شخص کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرتا ہے، تو گویا وہ اس چیز کے حصول میں اس کا شریک ہوتا ہے اور وہ اپنی شفاعت کے ذریعہ اس پر اپنا دباؤ ڈال رہا ہے، خصوصاً جب اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرر ہا ہو۔ اس طرح وہ اسے وہ کام کرنے پر مجبور کرر ہا ہے جو اس نے طلب کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کسی بھی معنیٰ میں کوئی شریک نہیں ہے، اور جو شخص کسی معاملہ میں دوسرے کا تعاون کرے، تو گویا اس نے اس معاملہ میں اس کو جفت (جوڑا) بنایا، جبکہ اللہ تعالیٰ طاق ہے، اس کو کسی بھی معنیٰ میں جفت بنانا درست نہیں۔ اسی بنیاد پر اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**قل لله الشفاعة جميعاً**﴾ (الزمر:۴۴) ''کہہ دیجئے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**ولقد جئتمونا فرادىٰ كما خلقناكم أول مرة وتركتم ما خولناكم وراء ظهوركم وما نرىٰ معكم شفعاء كم الذين زعمتم أنهم فيكم شركاء، لقد تقطع بينكم وضل عنكم ما كنتم تزعمون**﴾ (الانعام:۹۴) ''اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں۔ واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا''۔

اس لئے جو شخص غیر اللہ سے شفاعت طلب کرے، گویا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ کی رضا و اذن کے بغیر شفاعت جائز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں فرمایا: ﴿**ما لكم من دونه من ولي ولا شفيع، أفلا تتذكرون**﴾ (السجدہ:۴) ''تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وأنذر به الذين يخافون أن يحشروا إلى ربهم، ليس لهم من دونه ولي ولا شفيع، لعلهم يتقون**﴾ (الانعام:۵۱) ''اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا، اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں''۔

نصوص میں لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصی سبب کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ ہاں! اسی پر انحصار کئے بغیر اس کا لحاظ رکھنا بہتر ہوتا ہے۔

فصل

ہاں! اگر دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے، تو اس بارے میں یہ سنت جاریہ ہے کہ زندہ شخص سے وہ تمام چیز طلب کی جاسکتی ہے جس پر وہ قادر ہے۔

اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرے تو یہ مستحب ہے، اس سلسلہ میں صحیح مسلم وغیرہ میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے۔ اگر مُردے کے لئے دعا کی جائے تو اس کی مزید تاکید آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ مُردے کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے تھے: ﴿**استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت، فإنه الآن يسأل**﴾ ''تم اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثبات قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا''۔

ثابت ہوا کہ مُردہ تدفین کے بعد دعا کا زیادہ محتاج ہے، جب مسلمان اس کی جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور نماز پڑھ کر اللہ سے اس کے لئے شفاعت کرتے ہیں، نہ کہ اس کو پکارتے ہیں اور اس سے فریاد کرتے ہیں۔ اب اہلِ شرک و بدعت نے اس کے لئے دعا کو اس سے فریاد و استغاثہ اور مصیبت کے وقت اس کے نام کی پکار سے بدل دیا اور اس ذات کو چھوڑ دیا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہی ذات سب کو پناہ دیتی ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

اسی طرح اہلِ شرک و بدعت نے زیارت قبر کو جسے نبی کریم ﷺ نے میت پر احسان اور آخرت کی یاد دہانی کے طور پر جائز قرار دیا تھا، خود صاحبِ قبر سے سوال وفریاد سے بدل دیا اور اس کی قبر کو دعا وسوال کے لئے خاص کرلیا جسے عبادت کا مغز کہا گیا ہے، اور وہاں نماز و مسجد سے بڑھ کر اپنی حضور قلبی اور خشوع وخضوع شروع کر دیا۔ اور جب کہ تمام مومنوں کے لئے دعا کرنا جائز ہے، تو نبی کریم ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ پر درود وسلام پڑھا جائے اور آپ ﷺ کے لئے اللہ سے وسیلہ نامی مقام طلب کیا جائے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول المؤذن، ثم صلوا علي فإنه من صلى علي مرة صلى الله عليه بها عشراً، ثم سلوا الله لي الوسيلة فإنها درجة في الجنة لاينبغي أن تكون لعبد من عباد الله وأرجو أن أكون ذلك العبد، فمن سأل الله لي الوسيلة حلت له شفاعتي يوم القيامة**﴾ ''جب تم موذن کی اذان سنو، تو جو موذن کہتا ہے تم بھی وہی کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ مجھ پر جو ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر تم اللہ سے میرے لئے ''وسیلہ'' طلب کرو، کیونکہ ''وسیلہ'' جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں بنوں گا، اس لئے جو اللہ سے میرے لئے ''وسیلہ'' طلب کرے، اس کے لئے قیامت کے دن

میری شفاعت واجب ہوگئی''۔

اور بندہ کا دنیا میں اللہ سے شفاعت طلب کرنا، تو یہ سبب اختیار کرنے کے قبیل سے ہے، تاکہ اسے قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کی شفاعت نصیب ہو، جیسا کہ حدیث مذکور میں آیا ہے اور یہ بات قولاً وعملاً دونوں طرح سے ہونی چاہئے۔

رہا رسول اللہ ﷺ کے لئے ''وسیلہ'' کی دعا مانگنا، جبکہ آپ ﷺ کو ''وسیلہ'' ملنا یقینی ہے، تو یہ آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کی عظمت اور آپ کے ذکر کی رفعت کے لئے دعا ہے اور آخر کار اس کا ثواب ہمارے ہی طرف لوٹے گا۔ یہی ماثور دعا ہے اور یہی اس دعا کے درمیان تفریق کرتی ہے جو آپ ﷺ کو محبوب تھی، اور اس دعا کے مابین جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔

ہمارے علم کے مطابق ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ کسی دوسرے ائمہ سلف نے یہ نہیں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے آپ کی وفات کے بعد استغفار، یا اور کوئی دوسری چیز طلب کرنا جائز ودرست ہے۔

علامہ اسماعیل بن اسحاق رحمہ اللہ نے ''مبسوط'' میں اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''الشفاء'' اور ''مشارق الانوار'' میں امام مالک رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: **''لا أریٰ أن یقف عند قبر النبی ﷺ یدعو، ولکن یسلم ویمضی''** ''نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا کرنا میں جائز نہیں سمجھتا، بلکہ آپ ﷺ پر سلام پڑھے اور گزر جائے''۔ اور مبسوط میں امام مالک رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول بھی منقول ہے: ''جو شخص سفر سے آئے، یا سفر کا ارادہ کرے اس

کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر آپ پر درود وسلام پڑھے اور آپ کے لئے نیز ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرے''۔ امام موصوف سے یہ دریافت کیا گیا کہ بعض اہلِ مدینہ نہ سفر سے آتے ہیں اور نہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں، بلکہ وہ دن میں ایک بار یا کئی بار آپ ﷺ کی قبر کے پاس آتے ہیں اور آپ پر درود وسلام پڑھتے ہیں اور پھر کچھ دیر دعا بھی کرتے ہیں، تو امام موصوف نے جواب میں فرمایا: ''ہمارے شہر کے اہلِ فقہ میں سے کسی سے یہ بات مجھے نہیں پہنچی، نہ صحابہ کرام سے اور نہ تابعین سے۔ اور اس امت کے متاخرین کی اصلاح اسی طریقہ پر ہوسکتی ہے، جس طریقہ پر متقدمین کی اصلاح ہوئی تھی۔ اور مجھے اس امت کے اوائل سے یہ بات نہیں پہنچی کہ وہ ایسا کرتے تھے اور بار بار قبر کے پاس آتے تھے، اس کے برعکس وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے، ہاں! جو سفر سے آتا، یا سفر کا ارادہ کرتا، تو اس کے لئے وہ جائز سمجھتے تھے'' انتہیٰ۔

فصل

اور آیت: ﴿**ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم**﴾ (النساء:٦۴) ''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا''، کی تلاوت اور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس استغفار کرنا، گرچہ متاخرین فقہاء کی ایک جماعت نے جائز کہا ہے، مگر انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ صاحب قبر ﷺ کو پکارا جائے، اس کے برعکس ان سے یہ بات محفوظ چلی آرہی ہے کہ مُردہ اور زندہ غائب سے کسی بھی چیز کا سوال جائز ودرست نہیں ہے، نہ استغفار کا سوال جائز ہے اور نہ دوسری کسی بات کا۔ اور

نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات برزخی کے ساتھ زندہ ہیں جو اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ آپ ﷺ سے دعا وفریاد کی جائے۔ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو ہم سے زیادہ بخوبی جانتے تھے اوران میں سے ایک بھی صحابی ایسا نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اس غرض سے آئے کہ آپ سے کچھ سوال کرے، یا آپ سے کسی بھی قسم کی مدد کا طالب ہو۔

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے قبر کو عید گاہ، یا میلہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابو یعلیٰ موصلی اپنی مسند میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی نے کہا: ''میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے اپنے باپ سے سنا اور انہوں نے میرے دادا سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**لاتتخذوا قبری عیداً، ولا بیوتکم قبوراً وصلوا علی فإن تسلیمکم یبلغنی أین کنتم**﴾ ''تم میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان۔ اور تم مجھ پر درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا سلام مجھ تک پہنچ جائے گا، خواہ تم کہیں سے بھی پڑھو''۔ اسے امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد مقدسی نے اپنی ''مختارات'' میں بھی روایت کیا ہے۔

اور امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابو سعید مولیٰ ہروی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**لاتتخذوا قبری عیداً، ولا بیوتکم قبوراً وصلوا علی حیثما کنتم فإن صلاتکم تبلغنی**﴾ ''میری قبر کو عید گاہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبر گاہ، اور مجھ پر درود پڑھو

خواہ تم کہیں بھی رہو، کیونکہ تمہاری درود مجھ تک پہنچ جاتی ہے''۔اسے امام ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز اسے امام سعید بن منصور نے حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ احادیث گرچہ مرسل ہیں مگر ان کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے، تقویت پہنچاتی ہے۔
ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
﴿لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام والمسجد الأقصىٰ ومسجدی هذا﴾ ''رخت سفر نہ باندھا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف، ایک مسجد حرام، دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری میری یہ مسجد''۔ اور یہ حدیث باتفاق اہلِ علم ثابت ومقبول ہے۔ اور اگر اس حدیث کا یہ معنیٰ ہے کہ تم رخت سفر مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف نہ باندھو، مگر صرف حدیث میں مذکور تین مساجد کی طرف، تو ان تینوں مساجد کی طرف سفر ان میں نماز ودعا، ذکر، قرأت قرآن اور اعتکاف کی نیت سے ہوگا جو اعمال صالحہ میں سے ہیں۔ اور ان تینوں مساجد کے علاوہ باتفاق اہلِ علم کسی بھی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہوگا، یہاںتک کہ مسجد قباء کا قصد مدینہ منورہ جیسی قریب جگہ سے مستحب ہے، دور دراز سے اس کے لئے رخت سفر باندھ کر آنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی سبب سے نبی کریم ﷺ ہر سنیچر کو پیدل یا سوار قبا کی مسجد آتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اور جس طرح مسجد قباء کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے

مسجد کی بنیاد اس سے کہیں بڑھ کر تقویٰ پر رکھی گئی ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میری مسجد ہے''۔ پس دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، لیکن آپ ﷺ کی مسجد کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ دوسری مسجد کے مقابلہ میں اس وصف کا حاملِ کامل ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی مسجد میں جمعہ پڑھتے تھے اور سنیچر کو مسجد قباء جاتے تھے۔

اور جب ان تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد کے لئے سفر شرعاً ممنوع ہے، جبکہ شہر کی مسجد کا قصد اس شہر والوں کے لئے کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب۔ اور مساجد کے قصد کے بارے میں بے شمار فضیلت وارد ہیں، تو صرف قبر کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ اور لوگوں کی کثرت عادات فاسدہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، جو عوام اور ان جیسے لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے۔

تنبیہ

نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کے سلسلہ میں وہ احادیث جو امام دارقطنی نے روایت کی ہے، اکثر اہلِ معرفت حدیث کے نزدیک سب کے سب موضوع اور جھوٹی ہیں۔ ان احادیث کو موضوع قرار دینے والوں میں علامہ ابن الصلاح، ابن الجوزی، ابن عبدالبر، ابوالقاسم سہیلی، ان کے استاذ ابن العربی مالکی اور علامہ تقی الدین ابن تیمیہ رحمہم اللہ ہیں۔ اور ان احادیث کو ضعیف کے درجہ میں تھوڑے لوگوں نے رکھا ہے، نیز امام دارقطنی دوسرے اہلِ سنن کے مقابلہ میں منفرد ہیں اور

تمام دوسرے ائمہ ان کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔

اور اس سلسلہ کی سب سے اہم حدیث جو مروی ہے وہ امام ابوبکر بزار اور محمد بن عساکر کی حدیث ہے۔ اصول حدیث کے ماہرین نے یہی بیان کیا ہے، جیسے علامہ قشیری اور علامہ تقی الدین ابن تیمیہ وغیرہ۔

اور نبی کریم ﷺ نے پہلے مطلقاً قبر کی زیارت سے منع کرنے کے بعد اس کی اجازت دی ہے، لیکن بلا رخت سفر باندھے اور اس کی طرف سفر کئے بغیر جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، ان احادیث کی وجہ سے جو اس سے منع کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

فصل

اور جب نبی کریم ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے، تو آپ ﷺ کی قبر کی زیارت اس کے ضمن میں داخل ہے، کیونکہ تنہا قبر کی زیارت غیر مقصود ہے۔ اور ایسی صورت میں نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت جائز اور بالاتفاق مستحب ہے، بشرطیکہ قبر کے پاس ناجائز افعال نہ کئے جائیں، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول گزر چکا ہے۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ اور متاخرین فقہاء میں ان کے مؤیدین نے جو یہ بیان کیا ہے کہ صرف زیارت قبر کے ارادہ سے سفر جائز ہے، تو اس سے ان کی مراد وہ سفر ہے جو عبادت، نماز اور اس کے آس پاس دعا وغیرہ کے لئے نہ ہو، بلکہ نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھے اور آپ کے لئے وسیلہ طلب کرے، پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

پر بالترتیب سلام پڑھے اور قبر کے پاس نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور لعنت کا لفظ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں گناہ اور حرمت کے سوا اور کسی چیز کو شامل نہیں ہوتا اور اس سے صرف مکروہ ہونا نہیں سمجھا جاتا۔ اور قبر کے پاس نماز پڑھنا نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے سبب بھی منع ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
﴿**اللهم لاتجعل قبری وثناً یعبد، اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد**﴾ ''اے اللہ! تو میری قبر کو ''وثن'' نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہونے لگے۔ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا تھا''۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**الامداد الموسوم بشرح الارشاد**'' میں لکھا ہے کہ: زائر نبی کریم ﷺ کے مسجد کی طرف سفر کی نیت کرے، اور اسی کے لئے رخت سفر باندھے، تاکہ اس ضمن میں قبر نبوی کی زیارت بھی ہوجائے'' انتہیٰ۔

انبیاء واولیاء کرام کی قبروں کو مسجد بنانا ہی بہت ساری امتوں کے شرک اکبر، یا کم از کم شرک اصغر میں مبتلا ہوجانے کا بڑا قوی سبب ہے، کیونکہ لوگوں نے نیک لوگوں کی مورتیوں کے ساتھ ہی شرک شروع کیا ہے، جیسے ''ود''، ''سواع''، ''یغوث'' اور ستاروں کے طلسموں کی تصویریں اور اس جیسی چیزیں ان کے عقیدہ کے مطابق وہ ان سے مخاطب ہوتے ہیں اور ان کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔

آدمی کا نفس لکڑی یا پتھر کے ساتھ شرک کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے ساتھ شرک، اس بزرگ کے ساتھ شرک جس کے تقویٰ و پرہیزگاری کا لوگ اعتقاد رکھتے ہیں، کے زیادہ قریب ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ بہت سے اہلِ شرک کو پائیں گے کہ وہ قبر کے پاس ایسی آہ وزاری اور عاجزی وانکساری کرتے ہیں جو وہ اللہ کے لئے نماز میں بھی نہیں کرتے، اور وہ صاحب قبر کی عبادت کرتے ہیں، اس لئے کہ انہی سے سوال کرتے ہیں، ان سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں، ان سے مدد کے طلب گار ہوتے ہیں، ان سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح یابی طلب کرتے ہیں، ان سے رزق یا کشادگی رزق کا سوال کرتے ہیں، ان سے صحت وعافیت اور قرض کی ادائیگی کی فریاد کرتے ہیں، ان کے لئے نذریں مانتے ہیں، تاکہ وہ ان کو ان کی پسند کی اشیاء عطا کردیں، یا ان کے خوف وڈر والی باتوں کو دور کردیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ وہاں عرس ومیلہ لگاتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، قبروں کو بوسہ دیتے ہیں، مَس کرتے ہیں اور قبروں پر اپنے رخسار رگڑتے ہیں وغیرہ عبادت کے مراسم ادا کرتے ہیں اور ان سے وہی درخواست کرتے ہیں جو بت پرست اپنے اصنام واوثان سے کرتے تھے، تاکہ وہ ان کے رب کے یہاں شفاعت کردیں۔ یہی بات یہ لوگ اپنی حاجت اور تکلیف سے عافیت کا ان سے سوال کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت ان کا نام پکارتے ہیں جیسے ایک مضطر ومجبور شخص اللہ کا نام لیتا ہے۔ نیز وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی یہ زیارت گناہوں کی بخشش اور جہنم سے نجات کا موجب ہے۔ اور یہ زیارت پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ بات

یہیں پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ یہی عقیدہ وہ درختوں اور غاروں کے ساتھ بھی رکھتے ہیں، ان کا نام لیتے ہیں اور ان کی طرف ایسے ایسے واقعات منسوب کرتے ہیں جن پر سوائے اللہ رب العالمین کے کوئی قدرت نہیں رکھ سکتا، اور ایسا اکثر مصیبت وتکلیف کے وقت کرتے ہیں۔

فصل

اور اللہ عز شانہ نے اس دعا و پکار کو کئی جگہوں پر یہ بتایا ہے کہ یہ خالص عبادت ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿**وقيل لهم أين ما كنتم تعبدون من دون الله، هل ينصرونكم أو ينتصرون**﴾ (الشعراء:۹۲ تا ۹۳) ''اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کر رہے تھے وہ کہاں ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے، کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**إنكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم، أنتم لها واردون**﴾ (الانبیاء:۹۸) ''تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو، سب دوزخ کا ایندھن بنو گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو''۔

اور انبیاء، ملائکہ اور صالحین جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں، سب لفظ معبود کے عموم میں داخل ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ان کو مستثنیٰ کیا: ﴿**إن الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ أولئك عنها مبعدون**﴾ (الانبیاء:۱۰۱) ''البتہ بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے، وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے''، جیسا کہ اس آیت کا شان نزول بتاتا

ہے،ارشادالٰہی ہے:﴿**لا أعبد ما تعبدون**﴾ (الکافرون:۲)''نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو''۔

ثابت ہوا کہ ان مشرکین کا اپنے معبودوں کو پکارنا ہی ان کی عبادت کرنا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ان پر مصیبت آتی تھی تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور اپنے معبودوں کو اس وقت بھول جاتے تھے۔اس کے علاوہ وہ اللہ سے اپنی بعض حاجات ان کی قربت کے واسطہ سے مانگتے تھے اور ان سے شفاعت کے طلب گار ہوتے تھے،تو اللہ نے بندوں کو یہ حکم دیا کہ وہ صرف اللہ کے لئے عبادت کریں اور ان معبودوں کو نہ پکاریں اور نہ ہی ان سے شفاعت طلب کریں، کیونکہ یہ مشرکین کا دین ہے اور انہی کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:﴿**قل ادعوا الذين زعمتم من دون الله لايملكون مثقال ذرة فى السموات ولا فى الأرض وما لهم فيهما من شرك، وما له منهم من ظهير، لاتنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له**﴾ (سبأ:۲۲تا۲۳)''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکارلو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہوجائے''۔نیز ارشادالٰہی ہے:﴿**قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلايملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلاً، أولئک الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة أيهم أقرب ويرجون رحمته**

ويخافون عذابه، إن عذاب ربك كان محذوراً﴾ (الاسراء:۵۶تا ۵۷)''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مذکورہ بات اس لئے بیان کی، کیونکہ مشرکین ملائکہ اور انبیاء کو پکارتے تھے اور ان کی تصویریں بنا کر رکھتے تھے، تاکہ وہ ان کی حاجت کے وقت ان کی شفاعت کریں۔ اس کے کئی طریقے ان کے یہاں رائج تھے۔

ایک گروہ نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ سے اس کی عظمت کے سبب بلا واسطہ اس سے سوال کرنے اور امید رکھنے کی ہمارے اندر اہلیت وصلاحیت نہیں ہے، سوائے اس واسطہ اور وسیلہ کے جو ہمیں اللہ سے قریب کر دے اور ہمارے لئے شفاعت کرے۔

دوسرے گروہ نے کہا: انبیاء وملائکہ کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے، اس لئے انہوں نے ان سے محبت کے ثبوت کے طور پر ان کی تصویریں بنائیں، تاکہ وہ ان کو اللہ سے قریب کر دیں۔

تیسرے گروہ نے ان انبیاء وملائکہ کو اپنی دعا وعبادت کے وقت قبلہ بنایا۔

چوتھے گروہ نے یہ عقیدہ رکھا کہ انبیاء وملائکہ کی صورت پر بنائی ہوئی تصویر کے لئے اللہ کے حکم سے ایک وکیل مقرر ہوتا ہے، اس لئے جو اس سے دعا ورجاء اور اس

کی طرف توجہ کرے، وہ وکیل اس کی مراد کو اللہ کے حکم سے پوری کردیتا ہے، ورنہ اللہ کے حکم سے اس کو کوئی مصیبت لگ جاتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مشرک غیر اللہ سے ایسی چیز کا سوال کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ وہ اسی سے امیدیں وابستہ کرتا ہے اور اسی سے چمٹ جاتا ہے تاکہ ان کے عقیدہ کے مطابق ان کو فائدہ ملے۔ اور یہ فائدہ اسی وقت مانگنے سے حاصل ہوسکتا ہے جب اس ذات کے اندر چار باتیں موجود ہوں۔

ا۔ یا تو وہ اس چیز کا مالک ہو جو اس سے اس کو پکارنے والا مانگ رہا ہے۔ اگر وہ مالک نہیں ہے، (۲) تو کم از کم شریک ہو اور اگر شریک نہ ہو (۳) تو مددگار ہو اور اگر مددگار نہیں ہے (۴) تو شفاعت کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں مراتب کو درج ذیل آیات میں غیر اللہ سے نفی کردی۔ ملکیت، شرکت، اعانت اور شفاعت جس کے سبب ہمارے خلاف عداوت ودشمنی کا طوفان کھڑا ہوا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل الحمد لله الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن له شریک فی الملک**﴾ (الاسراء:۱۱۱) ''اور یہ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے، نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**قل اللهم مالک الملک**﴾ (آل عمران:۲۶) ''آپ کہہ دیجئے اے اللہ! تمام جہان کے مالک''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**لمن الملک الیوم، لله الواحد القهار**﴾ (غافر:۱۶) ''آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد قہار کی''۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿**یوم لا تملک نفس**

لنفس شيئاً والأمر يومئذ لله﴾ (الانفطار:۱۹)''جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا، اور تمام امور اس روز اللہ ہی کے لئے ہوں گے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے:﴿**وما له منهم من ظهير﴾** (سبأ:۲۲)''نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے:﴿**وخشعت الأصوات للرحمن فلا تسمع إلا همساً، يومئذ لا تنفع الشفاعة إلا لمن أذن له الرحمن ورضى له قولاً﴾** (طہ:۱۰۸تا۱۰۹)''اوراللہ رحمٰن کے سامنے تمام آوازیں پست ہوجائیں گی سوائے کھسر پھسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا۔ اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات پسند فرمائے''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا کہ مشرک کے لئے وہاں کوئی نصیب نہیں ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کے لئے شفاعت ہوگی جس سے اللہ خوش ہوجائے، اور اللہ تعالیٰ راز ونیاز اور چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور اس پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:''کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں؟ یا دور ہے کہ اسے ہم پکاریں، تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿**وإذا سألک عبادى عنى فإنى قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعان ﴾** (البقرہ:۱۸۶)''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو

جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: **﴿أم اتخذوا من دون الله شفعاء، قل أولو كانوا لايملكون شيئاً ولايعقلون﴾** (الزمر: ۴۳) ''کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں''۔

فصل

موحد وہ شخص ہے جس کا قلب ولسان اللہ تعالیٰ کے لئے یکجا ہو جائے اور اس کے لئے الوہیت جو عبادت کا مقتضی ہے بالکل خاص کر دے، جیسے محبت، خوف ورجاء، تعظیم وتکریم، استعانت، توکل اور دعا وفریاد جس کے حصول ودفع پر صرف وہی قادر ہے۔ اسی کے لئے دوستی اور اسی کے لئے دشمنی، ساتھ ہی خالق ومخلوق اور انبیاء واولیاء کے حقوق پر نظر رکھے، اور دونوں کے حقوق کے مابین فرق کرے۔

اور یہ قلبی علم وعرفان، شہادت، ذکر، معرفت، محبت، دوستی اور طاعت وبندگی کے ساتھ واجب ہے اور یہی **﴿لا إله إلا الله﴾** کا صحیح معنیٰ ہے، کیونکہ متقدمین کے یہاں ''الہٰ'' کا معنیٰ اس ذات کے ہے جس کی طرف قلب، محبت، تعظیم اور خشوع وخضوع کے ساتھ متوجہ ہو اور جو صرف اللہ ہی کے لئے درست ہوسکتا ہے، ارشاد ربانی ہے: **﴿ومن الناس من يتخذ من دون الله أنداداً يحبونهم كحب الله﴾** (البقرہ: ۱۶۵) ''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: **﴿تا الله إن كنا لفى ضلال مبين، إذ نسويكم برب**

العالمین﴾ (الشعراء: ۹۷ تا ۹۸) ''قسم اللہ کی! یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے، جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے''۔

اور ان مشرکین نے ان شریکوں کو اللہ تعالیٰ کے بعینہ برابر نہیں کیا تھا، ذات میں اور نہ افعال میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بیان کیا ہے (بلکہ یہ برابری صرف دعا وعبادت میں کیا تھا بس) اور اللہ کے لئے یہ شہادت واقرار کرنے والا کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، دل وزبان سے اللہ کے علاوہ ساری مخلوق کی الوہیت کا انکار کرنے والا، اور الوہیت کو اس کے حقیقی حقدار کے لئے ثابت کرنے والا اور وہ اللہ معبود برحق ہے، تو وہ تمام مخلوقات کی الوہیت سے اعراض کرنے والا شمار ہوگا، ان کی طرف ایسی چیز کے لئے متوجہ نہیں ہوگا جس پر اللہ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھ سکتا، وہ آسمان وزمین کے رب کی عبادت کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور یہ عبادات ومعاملات دونوں میں اللہ کے لئے اس کے قلب کے جمع اور اس کے ماسوا تمام چیزوں کو چھوڑنے کو شامل ہے۔ اس طرح وہ اپنے عمل، قصد وارادہ، شہادت، معرفت ومحبت میں خالق ومخلوق کے درمیان فرق کرنے والا ہوگا اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا، اس کو یاد کرنے والا اور اس کی معرفت رکھنے والا ہوگا اور یہ جاننے والا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات سے جداگانہ ہے، ان سے اپنی عبادت، افعال وصفات میں منفرد ہے۔ اس طرح وہ اللہ ہی سے محبت رکھنے والا، اسی سے مدد طلب کرنے والا ہوگا، غیر اللہ سے نہیں! اسی پر توکل کرنے والا ہوگا، غیر اللہ پر نہیں!

اور یہی وہ مقام ہے جس کو ہم اس آیت میں بار بار پڑھتے ہیں: ﴿**إیـــاک نـعبد وإیاک نستعین**﴾ (الفاتحہ: ۵) ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔ اور یہی الوہیت کا امتیاز ہے جس کی شہادت اللہ کے مومن بندے دیتے ہیں۔

اسی طرح بندوں کے لئے اس کی رحمت، ہدایت اور آسمانوں وزمین اور ان کے مابین کی تمام نشانیوں کی تخلیق اللہ کی ربوبیت کی خصوصیت میں سے ہے، جس کی معرفت میں مومن وکافر اور نیک وبد سب شریک ہیں، یہاںتک کہ ابلیس لعین بھی اس کا معترف ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**قال رب فأنظرنی إلی یوم یبعثون**﴾ (ص: ۷۹) ''شیطان کہنے لگا: میرے رب! مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**قـال رب بـما أغویتنی لأزینن لهم فی الأرض ولأغـویـنهـم أجـمعین**﴾ (الحجر: ۳۹) ''شیطان نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی''۔

اور اس جیسے ابلیس کے دیگر خطابات، جن میں وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رب، خالق و مالک ہے، اور ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کفر صرف حق سے تکبر وعناد اور طعن کے طور پر کیا ہے اور اس کا یہ گمان تھا کہ اس نے جو کچھ دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے وہ حق ہے۔ نیز جاہلیت اولیٰ کے مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے اور اس کی معرفت رکھتے تھے،

ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل لمن الأرض ومن فيها، إن كنتم تعلمون، سيقولون لله**﴾ (المؤمنون: ۸۴تا۸۵) ''پوچھئے تو سہی کہ زمین اوراس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو؟ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿**ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض وسخر الشمس والقمر، ليقولن الله**﴾ (العنکبوت: ۶۱) ''اوراگرآپ ان سے دریافت کریں کہ زمین وآسمان کا خالق اورسورج چاندکوکام میں لگانے والا کون ہے؟ توان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ''۔ نیز ارشاد باری ہے: ﴿**فإذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم إلى البر إذا هم يشركون**﴾ (العنکبوت: ۶۵) ''پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہےتو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں''۔

اس لئے جوشخص غیر اللہ کو پکارے وہ مخلص نہیں ہوسکتا۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل من بيده ملكوت كل شيء وهو يجير ولا يجار عليه إن كنتم تعلمون، سيقولون لله**﴾ (المؤمنون: ۸۸تا۸۹) ''پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیارکس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہےاورجس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگرتم جانتے ہوتو بتلادو؟ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے''۔ نیز ارشادالٰہی ہے: ﴿**واتل عليهم نبأ إبراهيم، إذ قال لأبيه وقومه ما تعبدون، قالوا نعبد أصناماً فنظل لها عاكفين، قال هل يسمعونكم إذ تدعون، أو**

ینفعونکم أو یضرون، قالوا بل وجدنا آباء نا کذلک یفعلون﴾
(الشعراء: ٦٩ تا ٧٤) ''انہیں ابراہیم کا واقعہ بھی سنا دو، جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی، ہم تو برابران کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ہم کچھ نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا''۔ اور اس معنیٰ کی اور بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے حصین بن عبد اللہ کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے حصین! تم کتنے معبود پوجتے ہو؟ اس نے کہا: چھ زمین میں اور ایک آسمان میں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ان میں سے کس کو تم اپنی رغبت کے لئے شمار کرتے ہو؟ اس نے کہا: اس کو جو آسمان میں ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم مسلمان ہو جاؤ، میں تمہیں کچھ کلمات سکھادوں گا جن سے اللہ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ وہ مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو: **﴿اللھم ألھمنی رشدی وقنی شر نفسی﴾** ''اے اللہ! مجھے رشد و ہدایت دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما''۔ معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کو ان کی اللہ کی ربوبیت کی معرفت واقرار نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور ان کو اسلام میں داخل کیا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارتے تھے اور ان سے امیدیں وابستہ کرتے تھے کہ وہ ان کو اللہ سے قریب کر دیں گے اور

اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ اور اسی عقیدہ کے سبب وہ اپنی عبادات ومعاملات میں مشرک تھے اور اسی وجہ سے وہ اپنے تلبیہ میں کہا کرتے تھے: "**لا شریک لک إلا شریکاً هو لک، تملکه وما ملک**" "تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں! تیرا وہ شریک جس کا اور جس کی چیزوں کا بھی تو ہی مالک ہے"۔

آمدم برسر مطلب

کتاب وسنت کے مذکورہ دلائل اور کچھ آگے بھی آرہے ہیں، سے مقصد یہ ہے کہ قاری یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ "دعا وفریاد" عبادت ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿**إن الدعاء هو العبادة**﴾ "یقیناً دعا ہی عبادت ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے: ﴿**الدعاء مخ العبادة**﴾ "دعا عبادت کا مغز ہے"۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿**وقال ربكم ادعوني أستجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين**﴾ (المؤمن: ٦٠) "اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے"۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نیز امام نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور احمد نے بھی روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور یہ صیغہ "دعا" کو "عبادت" پر محصور کردیتا ہے۔ اس لئے "دعا"، کسی بھی حالت

میں ''عبادت'' سے خارج نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ اس کی لازمی صفت ہے جس کا دوسرا مفہوم نہیں ہے جو ظاہر کے خلاف ہو، جیسا کہ درج ذیل فرمان ربانی میں ہے: ﴿**ومن یدع مع الله إلٰهاً آخر لا برهان له به**﴾ (المؤمنون:۱۱۷) ''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے''۔ کیونکہ جس کو پکارا جائے، اسی کو ''الٰہ'' کہتے ہیں، خواہ پکارنے والا اس کو ''الٰہ'' سمجھ کر پکار رہا ہو، یا ''الٰہ'' سمجھ کر نہیں پکار رہا ہو، اور خواہ وہ ''الٰہ'' مشرکین جاہلیت کا ''الٰہ'' رہا ہو، یا نہ رہا ہو۔ اور یہاں کسی دوسرے الٰہ کو پکارنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

فصل

سابقہ گزارشات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دین کا خلاصہ اس وصف کے ساتھ بیان کیا ہے: ﴿**والذین اتخذوا من دونه أولیاء ، ما نعبدهم إلا لیقربونا إلی الله زلفیٰ**﴾ (الزمر:۳) ''اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ان اولیاء کو پکارنے سے ان مشرکین کا مقصد صرف شفاعت کی طلب تھا۔

اور صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**أن تجعل لله نداً وهو خلقک**﴾ ''کہ تم

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراؤ جبکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے‘‘۔ میں نے دریافت کیا: اس کے بعد کون سا بڑا گناہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿**أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک**﴾ ’’کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوگا‘‘۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿**أن تزانی حليلة جارک**﴾ ’’کہ تم اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرو‘‘۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿**والذين لايدعون مع الله إلٰهاً آخر ولايقتلون النفس التی حرم الله إلا بالحق، ولايزنون**﴾ (الفرقان: ٦٨) ’’اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو، بجز حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں‘‘۔

اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو اس کا شریک بنا دیا جائے اور ان کو پکارا جائے، تاکہ وہ اللہ تک رسائی کرا دیں۔ اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إن الله يرضىٰ لكم ثلاثاً: أن تعبدوه ولاتشركوا به شيئاً، وأن تعتصموا بحبل الله ولاتفرقوا، وأن تناصحوا من ولاه الله أمركم**﴾ ’’اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے خوش ہوتا ہے: ایک یہ کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، دوسری یہ کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ

پکڑ لواور آپس میں فرقوں میں نہ بٹ جاؤ، اور تیسری یہ کہ تمہارا جو حاکم ہو اس کی خیر خواہی کرو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا یہ دین نہایت ہی معتدل دین ہے، اس میں نہ بہت زیادہ غلو وافراط ہے اور نہ حد درجہ تقصیر وتفریط۔

فصل

اور شرک کی دو قسمیں ہیں: ایک شرک اکبر جس کی بہت ساری اقسام ہیں اور ان میں سے ایک قسم وہ شرک ہے جس کا بیان پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ اور دوسری قسم شرک اصغر ہے، جیسے ریا کاری وشہرت طلبی۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**قال الله تعالیٰ: أنا أغنیٰ الشرکاء عن الشرک، من عمل عملاً أشرک معی فیه غیری ترکته وشرکه**﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سب شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص کوئی عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرلے، تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں''۔

اور شرک اصغر میں ایک شرک غیر اللہ کی قسم کھانا ہے، کیونکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ﴿**من حلف بغیر الله فقد أشرک**﴾ ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا''۔ اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، فمن كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت**﴾ ''اللہ تعالیٰ تم کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم اپنے باپ کی قسم کھاؤ، جو قسم کھانے والا ہو، وہ یا تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے، یا خاموشی اختیار کرے''۔ اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور امام احمد وابوداؤد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے کہا: ''جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں''۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**أجعلتني لله نداً؟ قل ما شاء الله وحده**﴾ ''کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنادیا؟ کہو جو اللہ تعالیٰ تنہا چاہے بس''۔ اور شرک اصغر آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور توبہ شرک اصغر اور سارے گناہوں کو مٹادیتی ہے۔

فصل

اب صرف اعمال صالحہ کا وسیلہ باقی رہ گیا، جیسے مومن اپنے ایمان کا وسیلہ پکڑتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿**ربنا إننا سمعنا منادياً ينادي للإيمان أن آمنوا بربكم فآمنا، ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الأبرار**﴾ (آل عمران: ۱۹۳) ''اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا بآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے، یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر''۔ اور جیسے غار میں پھنسے تینوں آدمیوں نے اپنے اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ پکڑا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کی دعا سنے گا اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دے گا۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے دعا کرنا، ارشاد ربانی ہے: ﴿**ولله الأسماء الحسنىٰ فادعوه بها**﴾ (الاعراف: ۱۸۰) ''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو ان ناموں ہی سے اللہ کو پکارا کرو''۔

اور جیسے حدیث میں وارد ماثور دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے دعا کرنا، مثلاً ایک دعا یہ ہے: ﴿**اللهم إني أسألک بأن لک الحمد، لا إله إلا أنت المنان بديع السموات والأرض يا ذا الجلال والإكرام**﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ ساری حمد وثنا تیرے ہی لئے ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو منان (احسان کرنے والا) ہے، آسمانوں اور زمین کو از سر نو بنانے والا، اے جلال واکرام والے''۔ نیز اس جیسی دوسری دعائیں احادیث پاک میں بکثرت آئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل قول کا صحیح معنیٰ یہی ہے: ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا إليه الوسيلة**﴾ (المائدہ: ۳۵) ''مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو''۔

اور ''وسیلہ'' اس قرب کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، اور وسیلہ پکڑنے والے کو اس کو قریب کر دیتا ہے۔ اور وہ بندوں کے اعمال صالحہ ہی ہوتے ہیں، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کہا:

میری وجہ سے جو میرے کسی ولی سے عداوت ودشمنی رکھے، تو اس کے ساتھ میں اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ مجھ سے کسی چیز کے ذریعہ تقرب حاصل نہیں کرتا، جو میرے نزدیک زیادہ پسند ہو اس چیز سے بڑھ کر جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاںتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں''۔ (الحدیث)۔

اور یہی سبب ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو کوئی دشوار معاملہ درپیش ہوتا، تو آپ ﷺ نماز کی طرف پیش قدمی کرتے تھے، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی قربت کا سب سے بڑا وسیلہ ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**واستعينوا بالصبر والصلاة**﴾ (البقرہ: ۴۵) ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو''۔

البتہ مخلوق کے ساتھ وسیلہ پکڑنا اور اس کو اللہ اور بندہ کے مابین واسطہ بنانا، تو یہ بعینہ وہی عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منع فرمایا ہے، اور جس کی قباحت بتانے کے لئے کتابیں نازل فرمائی ہیں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: ﴿**اجعل لنا إلٰهاً كما لهم آلهة**﴾ (الاعراف: ۱۳۸) ''ہمارے لئے بھی ایک ''الٰہ'' بنادو،

جیسے ان کے الہ ہیں''۔اوران کا مقصد اس الہ کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنا تھا۔

فصل

اورمخلوق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پرقسم کھانا،تو یہ باتفاق علماءممنوع ہے۔اورکیا یہ نہی تنزیہی ہے یاتحریمی؟اس میں دواقوال ہیں،اورصحیح قول یہ ہے کہ نہی تحریمی ہے۔اسی کوعلامہ عزبن عبدالسلام نے اپنے فتاویٰ میں اختیارکیا ہے۔بشربن الولید کہتے ہیں کہ میں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ سے سنا،آپ فرمارہے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**لاینبغی لأحد أن یدعو اللہ إلا بہ وأکرہ أن یقول بمعاقد العز من عرشک ، أو بحق خلقک**'' ''کسی کے لئے درست نہیں ہے کہ وہ اللہ کو پکارے مگرصرف اسی کے ذریعہ،اورمیں مکروہ جانتاہوں کہ آدمی کہے: (میں تیرے عرش کی عزت کی بندش گاہ کی قسم دے کرسوال کرتاہوں،یاتیرے مخلوق کے حق کی قسم دے کردعامانگتاہوں''۔امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ''میں تیرے عرش کی عزت کی بندش گاہ کی قسم دے کرسوال کرتاہوں''کومیں مکروہ نہیں سمجھتا کیونکہ عرش کی عزت کو باندھنے والاخوداللہ تعالیٰ ہی ہے۔البتہ''میں فلاں مخلوق (ولی) کےحق کے واسطہ سے سوال کرتاہوں''،یاتیرے انبیاءورسل کےحق کی قسم،یا بیت اللہ الحرام کےحق کی قسم،یامشعرحرام کےحق کی قسم''کومیں مکروہ جانتاہوں۔

علامہ قدوری رحمہ اللہ نے فرمایا:اسی وجہ سے کسی بھی مخلوق کےحق کے وسیلہ سے سوال کرناجائزنہیں ہے،اس لئے اس طرح کہنادرست نہیں:''**أسألک بفلان وبملائکتک وأنبیائک ونحو ذلک، لأنہ لا حق لمخلوق**

علی الخالق" "میں تجھ سے فلاں (ولی) کے واسطہ سے، یا ملائکہ کے واسطہ سے، یا انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، یا اس جیسے الفاظ استعمال کرے۔ کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہوتا"۔ (جسے پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم ٹھہرے)۔

ہاں !"**بحق السائلین علیک**" "تجھ پر سائلین کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں" والی حدیث، تو یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک راوی عطیہ العوفی ہے جو ضعیف ہے۔ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے، تو اس کا معنیٰ "میری دعا کے وسیلہ سے مانگتا ہوں" ہوگا۔ کیونکہ بندوں پر اللہ کا حق اس کی اطاعت و بندگی ہے اور بندوں کا اللہ پر حق اسے قبول کرنا اور ثواب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا سنے گا اور انہیں مزید اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔ اور دعا نیک عمل ہے اور جائز وسیلہ بھی۔ تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

اور جب بندہ صرف اپنے رب سے دوستی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے شفاعت کرنے والوں میں سے کسی نیک بندہ (ولی یا نبی) کو مقرر کر دیتا ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے مومن بندوں کے درمیان موالات و دوستی ہے۔ اس طرح وہ اللہ کے لئے اس کے دوست بن جاتے ہیں۔

اس کے برعکس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو دوست بناتا ہے، یا اس کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک بناتا ہے، تو یہ پہلی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ دوستی الگ نوعیت کی ہے اور وہ دوستی جداگانہ حیثیت کی۔

اسی طرح باطل اور شرکیہ شفاعت الگ ہے اور ثابت وحق شفاعت بالکل جداگانہ نوعیت کی ہے، جو اہلِ توحید ہی کو حاصل ہوگی۔

فصل

اور ہمارے مخالفین نے ہمارے خلاف جو دلیل قائم کی اور یہ عقیدہ بنالیا کہ غیر اللہ کو پکارنا ''وسیلہ'' ہے، اس سلسلہ کی ایک حدیث یہ ہے: ﴿**اللھم إني أسألک وأتوجه إلیک بنبیک محمد ﷺ نبي الرحمة، یا محمد إني أتوجه بک إلی ربي في حاجتي ھذہ لتقضیٰ اللھم شفعه في**﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمد ﷺ جو نبی رحمت ہیں، کو لے کر متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کو ساتھ لے کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں میری اس ضرورت میں، تاکہ وہ پوری ہوجائے، اے اللہ! تو اپنے نبی کو میرا شفیع بنادے''۔ اس حدیث کو امام ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا جواب چند وجوہ سے ہے:

۱۔ یہ حدیث محل نزاع نہیں ہے، کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ سے سوال ہی نہیں ہے، اس میں تو صرف اللہ وحدہ سے سوال ہے کہ وہ اپنے نبی کو اس کا شفیع بنادے۔

مذکورہ حدیث میں کہیں پر یہ دلیل نہیں ہے کہ قبروں پر عمارتیں وقبے بنوائے جائیں، اس پر چادر چڑھائی جائے، اسے چراغاں کیا جائے اور اس پر موم بتی جلائی جائے۔ جبکہ ان چیزوں کی حرمت پر صحیح حدیث اور صریح نصوص وارد ہوئے ہیں،

جیسا کہ سنن میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے: ﴿**لعن زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج**﴾ ''قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغ جلانے والوں پر لعنت بھیجی ہے''۔ اور یہ سارے اعمال کبیرہ گناہ ہیں، جیسا کہ اہلِ علم نے کہا ہے، یہانتک کہ علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے کبیرہ گناہ کی یہ تعریف کی ہے کہ ''کبیرہ'' اس گناہ کو کہتے ہیں جس کے بارے میں ''لعنت، غضب یا جہنم'' کا لفظ آیا ہو۔

قبروں پر عمارت بنانے کی حرمت پر صحیحین میں بہت ساری احادیث آئی ہیں، ان احادیث کی خلاف ورزی کر کے قبروں پر عمارت و قبے بنانے کے عمل نے امت مسلمہ کو بہت بڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ صاحب قبر سے مانگنا، اس سے امیدیں وابستہ کرنا، اس سے التجا کرنا، اس کے لئے نذریں ماننا، اس کے نام پر چیاں لکھنا، اس سے درخواست کرنا کہ اے آقا! تو میری فلاں فلاں بگڑی بنادے وغیرہ باتیں عوام میں رائج وعام ہوگئی ہیں۔ اور اس حقیقت سے آنکھیں نہیں موندھ لینا چاہئے کہ ''لات وعزیٰ'' کی پوجا اسی طرح شروع ہوئی تھی۔ ہمارے مخالفین کے نزدیک ساری برائی اور تمام خرابی ان لوگوں کے لئے ہے جو ان باتوں کو برا بتائے اور ان سے منع کرے۔

جو شخص قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کا تقابل آج کے دور کے لوگوں کے اعمال کے ساتھ کرے گا، وہ جان لے گا کہ یہ دونوں عمل آپس میں ایک دوسرے کی ضد ومنافی ہیں۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اورآیت کریمہ ﴿**فلا تجعلوا للہ أنداداً وأنتم تعلمون**﴾ (البقرہ: ۲۲)''خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو''۔کا شان نزول ہی یہ تھا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہﷺ اور مسلمانوں کے پاس آیا،اس نے کہا:''اگرتم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ بناتے،تو تم کتنی بہترین قوم ہوتے''،تم کہتے ہو:''**ماشاء اللہ وشاء فلان**'' ''جواللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے''۔یہ سن کر نبی کریمﷺ نے ارشادفرمایا:﴿**أما إنہ قد قال حقاً**﴾ ''یادرکھو!اس یہودی نے حق ودرست بات کہی ہے''۔اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔اس حدیث کوروایت کرنے والوں میں علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں۔(دیکھئے ان کی تفسیر درمنثور)۔

اور یہ لوگ عملاً اپنے عقیدت والے بزرگوں سے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں زیادہ محبت رکھتے ہیں،گرچہ وہ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت نہیں رکھتے،ان کے حالات اس بات کی شہادت دیتے ہیں،کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ قبروں کی کعبہ شریف سے بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں،وہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم تو کھا سکتے ہیں،مگر اپنے عقیدت والے بزرگوں کی قسم ہرگز نہیں کھا سکتے۔ثابت ہوگیا کہ انہوں نے ہمارے خلاف جو دلیل قائم کی ہے اور ہم نے جس چیز سے منع کردیا ہے،ان دونوں کے مابین کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔مذکورہ حدیث ہماری دلیل اور ہماری تائید کرتی ہے کہ''غیر اللہ کو پکارنا

جائزنہیں ہے''، کیونکہ: ''﴿**اللهم إني أسألک وأتوجه إليک بنبيک محمد** ﷺ **نبي الرحمة**﴾ ''اے اللہ! میں تم سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمدﷺ جو نبی رحمت ہیں، کو لے کر متوجہ ہوتا ہوں'' میں سوال اللہ تعالیٰ سے ہے، مخلوق سے نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا زندہ نبی کی دعا وشفاعت کے واسطہ سے جائز ہے۔ اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔ اور ﴿**يا محمد إني أتوجه بک إلى ربي في حاجتي هذه لتقضیٰ**﴾ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ: ''اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی محمدﷺ کی دعا وشفاعت لے کر متوجہ ہوتا ہوں''، جو آپﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کی دعا ہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حدیث کے اخیر میں: ﴿**اللهم شفعه في**﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ''اے اللہ! تو اپنے نبی کی دعا وشفاعت میرے حق میں قبول فرما''۔ اور اس جائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ زندہ وحاضر شخص سے وہ ساری چیزیں طلب کرنا جائز ودرست ہے جن پر وہ قدرت رکھتا ہے۔

لیکن مُردہ اور غائب زندہ سے مدد طلب کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور نہ اس سے ایسی چیز کی درخواست جائز ہے جس پر وہ قادر نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل إن الأمر كله لله**﴾ (آل عمران: ۱۵۴) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے''۔

اور اس صحابی کا مقصد زندہ نبی سے دعا طلب کرنا اور اللہ کے پاس آپﷺ کی شفاعت کی قبولیت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور اب نبی کریمﷺ کتاب وسنت اور

اجماع امت کے دلائل کے مطابق اس دنیا سے دار بقا کو سدھار گئے ہیں ۔

اور اسی سبب سے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے پانی کے لئے دعا کرائی تھی اور قحط سالی کے سال ان سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ان کے لئے استسقاء کی دعا کر دیں ۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس آئے اور نہ وہاں دست بستہ کھڑے ہوئے اور نہ آپ سے استسقاء کی درخواست کی ، جبکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زندگی ''حیات برزخی'' ہے ، دنیا جیسی حیات نہیں ہے ۔

اور دعا ایک عبادت ہے اور عبادت میں اصل توقیف واتباع ہوتی ہے ۔ اگر یہ عام عبادات کی طرح ہوتی ، تو نبی کریم ﷺ اسے جائز قرار دیتے اور آپ کے اصحاب اسے زیادہ بہتر طور پر جانتے اور اس پر عمل کرتے ۔ اور یہی سبب ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے بھی ایسا عمل نہیں کیا ، جبکہ وہ اس کے سخت محتاج تھے اور جبکہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو زیادہ جانتے تھے اور آپ ﷺ کی شریعت کے اتباع کے زیادہ حریص تھے ۔ اس کے برعکس ان سے منقول ہے کہ وہ اس سے منع کرتے تھے اور آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کو سختی سے منع کرتے تھے اور وہ خیر القرون کے لوگ تھے جس کے خیر القرون ہونے کی شہادت خود نبی کریم ﷺ نے دی تھی ، آپ نے فرمایا تھا: ﴿**خیرکم قرنی، ثم الذین یلونھم**﴾ ''تم میں بہترین لوگ میرے

زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں''۔عمران (راوی) نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے آپ کے زمانہ کے بعد دو قرن کا ذکر کیا، یا تین کا۔اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ان لوگوں نے یہ خیال کرلیا کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے وسیلہ پکڑنے کی دلیل ہے۔اس طرح وہ محل نزاع سے دوسری بات کی طرف نکل گئے اور وہ ہے نبی کریم ﷺ کے علاوہ دوسروں کا وسیلہ پکڑنا، جبکہ اس حدیث میں سرے سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔کیونکہ فقہاء کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ فارق کی موجودگی میں قیاس جائز نہیں ہے۔اس لئے ہمارے لئے یہ کہنا: **''اللھم إنا نسألک ونتوجه إلیک برسولک نوح، یا رسول الله نوح''** ''اے اللہ! ہم تم سے سوال کرتے ہیں اور تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں، تیرے رسول نوح کے واسطہ سے، اے اللہ کے رسول نوح!'' ہرگز جائز ودرست نہیں، اور نہ یہ کہنا جائز ہے: اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے واسطہ سے، یا تیرے کلیم موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے، یا تیری روح عیسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے''۔ حالانکہ ہمارے نبی محمد ﷺ اور نوح علیہ السلام میں جامع ''رسالت'' ہے اور ابراہیم اور ہمارے نبی علیہما السلام میں ان کے خلیل ہونے کے ساتھ جامع ''رسول ہونا'' ہے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام میں کلام کے ساتھ رسالت ہے اور عیسیٰ علیہ السلام میں ان کے اللہ کے کلمہ وروح ہونے کے ساتھ رسالت ہے۔اس لئے ہمارے لئے اس

طرح کہنا جائز ودرست نہیں ہے، کیونکہ یہ چیز وارد نہیں ہے۔ اور وہ کام کرنے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں جو حدیث میں وارد نہ ہو۔ اور بوقت ضرورت اس حکم میں قیاس کرنا جائز ہوتا ہے جس میں کوئی نص موجود نہ ہو۔ اور جب نص موجود ہو، تو قیاس کو جائز کہنے والوں کے نزدیک بھی قیاس کرنا جائز ودرست نہیں ہے۔ پھر ہمارے لئے ایسے قول کو اپنی طرف سے گھڑ لینے کی کوئی ضرورت نہیں جو شرک تک لے جائے، خاص طور سے جبکہ اس میں وہ بات پائی جائے جو اس حدیث میں وارد ہے۔ اور جبکہ شرک اس امت میں چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی خفیف تر شکل میں داخل ہو جائے گا اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے علاوہ سارے جہنمی ہوں گے اور نجات پانے والا صرف وہ فرقہ ہوگا جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے نقش قدم اور طریقہ پر ہوگا۔

۴۔ وسیلہ اس بات کا نام نہیں ہے کہ بندہ غیر اللہ کو پکارے اور اس سے اپنی حاجت طلب کرے، جس پر سوائے اللہ رب العزت کے کوئی قدرت نہیں رکھتا اور جو خود اپنے نفس کے لئے نفع ونقصان کا مختار ہے اور نہ موت وحیات اور بعث کا مالک۔ اور اگر مکھیاں ان سے کوئی چیز اڑا لے جائیں، تو وہ ان سے واپس چھین نہیں سکتے۔

فصل

مشکلات ومصائب کے وقت غیر اللہ کو پکارنے کے جواز پر ہمارے خلاف جو دلیل قائم کی گئی ہے، ان میں سے ایک حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**إذا انفلتت دابة أحدكم في**

أرض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا﴾ ''جب کسی کا جانور کسی وسیع بیابان میں بدک جائے، تو وہ یہ آواز دے کہ اے اللہ کے بندو! اسے روک رکھو''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے: **﴿إذا أعيت فليناد يا عباد الله أعينوا﴾** ''جب جانور تھکا کر عاجز کر دے، تو یہ آواز لگائے کہ اے اللہ کے بندو! مدد کرو''۔ منجملہ جہالت وگمراہی کے ایک یہ بھی ہے اور اصل معنیٰ کو اس کے مقصد سے پھیر دیا گیا ہے۔

اولاً: یہ بات سرے سے وسیلہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ''وسیلہ'' ان اعمال کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور مذکورہ بات قرب حاصل کرنے والے اعمال میں سے ہے ہی نہیں۔

ثانیاً: مذکورہ دونوں احادیث صحیح نہیں ہیں۔ پہلی حدیث کو امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں عقبہ رضی اللہ عنہ سے بسند منقطع روایت کیا ہے۔ اور جانور بدکنے والی حدیث کو امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابن السنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند میں معروف بن حسان راوی ہے جس کے بارے میں امام ابن عدی نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ اور مذکورہ دونوں حدیثوں میں اور نہ ان سے پہلی والی حدیث میں قبر والوں کو پکارنے کی دلیل ہے، جیسے دور دراز مقام سے شیخ عبدالقادر جیلانی کو پکارنا، نیز نہ ان کے علاوہ دیگر انبیاء، یا اولیاء کو پکارنے کی ان حدیثوں میں کوئی دلیل ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اور ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق میں سے کچھ ملائکہ کو جن کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس

کام کے لئے مقرر کیا ہے۔﴿**وما یعلم جنود ربک إلا هو**﴾ (المدثر:۳۱) ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔اب اگر اس حدیث کو دلیل بنا کر کسی معین شخص کو اس کا نام لے کر پکارا جاتا ہے، تو یہ اللہ کے رسولﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے اور ایسی مخلوق کو پکارنا ہے جس کو پکارنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔اور اس حدیث کا مطلب ہر حرکت وسکون اور ہر قیام وقعود میں پکارنا نہیں ہے، بلکہ اس کی صرف اس وقت اجازت ہے، جب سامان اٹھانے، یا جانور بدکنے کے وقت مدد کا ارادہ کرے۔اور وہ بھی اس وقت جب ہم اس حدیث کو صحیح وثابت مان لیں۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿**الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دیناً**﴾ (المائدہ:۳)'' آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا''۔ اب اللہ کے فضل وکرم سے دین مکمل ہو جانے کے بعد ہمارے لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ ہم اس میں ایسی چیز اپنی طرف سے داخل کر دیں جو دین میں سے نہیں ہے اور اس کے لئے ایسی چیز پر قیاس کریں جس پر قیاس کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

رابعاً: جب صحیح حدیث قواعد شریعت کے مخالف ہو، تو اس پر عمل متروک ہو جاتا ہے، کیونکہ محدثین کرام نے کہا ہے کہ صحیح حدیث جو قابل عمل ہو، وہ ہے'' جسے عادل ضابط اپنے ہی جیسے عادل ضابط سے روایت کرے اور اس میں کوئی خفیہ علت ہو، اور نہ کسی قسم کا شذوذ''، تو پھر اس حدیث پر کیسے عمل درست ہوگا جس پر کلام ہے اور جو

اس بات پر دلالت بھی نہیں کرتی جو یہ لوگ ثابت کرنا چاہتے ہیں، نہ دلالت مطابقی، نہ تضمنی اور نہ التزامی۔ پھر یہ اللہ کے رسول ﷺ پر سراسر بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟

خامساً: یہ لوگ اپنی مقبولیت کو ان بزرگوں کے تذکرہ سے تقویت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں جن سے ان کو عقیدت ہے اور سارے کارنامے انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ اس نے فلاں شیخ سے استغاثہ کیا تھا، تو انہوں نے اس کی مدد کی تھی اور اس کو اس کی اس پریشانی وتکلیف سے نجات دے دی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ بڑی پاک ذات اس کی ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، سبحان اللہ! یہ تو بہتان عظیم ہے، تو وہ لوگ اس پر پل پڑیں گے، اسے خارجی قرار دیں گے، اسے بدعتی موسوم کریں گے اور کہیں گے کہ تم کو معلوم نہیں کہ اولیاء کرام کو کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ پھر اگر وہ یہ کہے کہ یہ صحیح ہے، لیکن کسی کے لئے بھی ایک رائی کے دانہ برابر بادشاہت نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿**ذلكم الله ربكم، له الملك والذين تدعون من دونه مايملكون من قطمير، إن تدعوهم لايسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيامة يكفرون بشرككم**﴾ (فاطر: ۱۳ تا ۱۴) ''یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا، اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو، تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر سن بھی لیں، تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے''۔

تو علم و انصاف کے مدعی کا جواب یہ ہوگا کہ یہ آیت بتوں کی پوجا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خاص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور اس سے بڑی ڈھیٹ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص بعینہ مشرکین جیسا، یا اس سے بدتر عمل کرتا ہے، پھر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مشرک نہیں ہوں۔ اب اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی دلیل نہیں رہ جاتی ہے کہ امت کا اس پر اتفاق ہے اور یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، اس سے تو پوری امت اسلامیہ کو گمراہ بنانا اور اپنے آباء واجداد کو احمق سمجھنا لازم آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امت مسلمہ پر بہتان ہے۔ یہ حدیث وتفسیر کی کتابیں بول رہی ہیں کہ غیر اللہ کو ایسی چیز کے لئے پکارنا جائز نہیں ہے، جس پر وہ قدرت نہیں رکھتا، اور نہ یہ کبھی جائز ہوسکتا ہے، کیونکہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور علماء کرام کے اقوال واضح طور پر یہ بتاتے ہیں کہ یہی اصلی شرک ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿**قل تعالوا أتل ما حرم ربكم عليكم ألا تشركوا به شيئاً**﴾ (الانعام:۱۵۱) ''آپ کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿**وقضىٰ ربك ألا تعبدوا إلا إياه**﴾ (الاسراء:۲۳) ''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا''۔

سادساً: اہلِ علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق کا وسیلہ پکڑنا مکروہ ہے، یا حرام ہے۔ اور صحیح ومشہور قول کے مطابق یہ حرام ہے، جیسا کہ علامہ ابو محمد عز بن عبد السلام نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ: ''اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں ہے، نہ انبیائے کرام کا اور نہ کسی دوسرے کا''۔ اور انہوں نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے بارے میں توقف کیا ہے کہ آپ کا وسیلہ پکڑنا حرام ہے، یا مکروہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کا قول پہلے گزر چکا ہے۔

سابعاً: یہ لوگ اپنے عقیدت کے لوگوں سے جن کے بارے میں وہ راز و برکت کا عقیدہ رکھتے ہیں، اپنی اولاد کو بیچ دیتے ہیں، اور ان سے ان کی عبادت کراتے ہیں اور ان کے لئے خانقاہیں بنواتے ہیں اور ان خانقاہوں میں لہو وطرب کے اسباب مہیا کرتے ہیں، اور لوہے کے ہتھوڑے اپنے آپ پر مارتے ہیں۔ ان لوگوں میں ''علوانیہ''، ''قادریہ''، ''رفاعیہ'' جماعت زیادہ مشہور ہیں اور یہ ایسے نام ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سند ودلیل نہیں اتاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام ''مسلمان'' رکھا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿**ملة أبيكم إبراهيم هو سماكم المسلمين من قبل وفي هذا**﴾ (الحج:۷۸)
''دین اپنے باپ ابراہیم کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی''۔

اور اپنے عقیدت والے شخص سے بیچا ہوا بچہ جب بیمار پڑتا ہے، تو اس کے گھر

والے اس عقیدت والے شیخ کے لئے نذر مانتے ہیں اوراس سے مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کو بیماری سے شفا دے دے اوراس کی پریشانی دور کردے۔اور یہ بات علماء وجہلاء سب طبقہ میں سرایت کرگئی ہے، ایسا لگتا ہے کہ علماء بھی رسم ورواج اور عادات وتقالید کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور پسپائی اختیار کر گئے ہیں اوران کی عقلیں کتاب وسنت اوراقوال ائمہ کے مراد ومقصد کو سمجھنے سے ماردی گئی ہیں۔الا ماشاءاللہ۔

فصل

اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ شیطان لعین نے اہلِ بدعت وجہالت کو دھوکہ میں مبتلا کررکھا ہے،جس کے سبب وہ قبریں کھڑی کئے ہوئے ہیں،ان کی تعظیم کرتے ہیں اوراللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں۔پھر شیطان ملعون نے اپنے اولیاء کے کانوں میں یہ بات بھی ڈال رکھی ہے کہ جوشخص قبروں کی پوجا اوران کے عرسوں سے منع کرے وہ صاحبِ قبر کے حق میں گستاخی کا ارتکاب کررہاہے،اس کے مقام ومرتبہ کو گھٹارہاہے۔پھر کیا مشرک جاہل اس سے لڑنے اوراسے سزا دینے میں یک جٹ نہیں ہوجائیں گے؟

جبکہ اس غریب کا جرم صرف یہ ہے کہ اس نے ان کو خالص توحید کی دعوت دی اوران کو شرک اوراس کی اقسام سے منع کیا اور یہ واضح کردیا کہ شرک باطل ہے،تو یہ شرک کے دلدادہ اس سے ناراض ہوگئے،ان کا دل کڑھنے لگا اور تنگ ہوگیا اوروہ کہنے لگے کہ اس نے تو اہلِ مقام ومرتبہ کی تنقیص کی ہے،اس لئے یہ سزا وعتاب کا

مستحق ہے۔ اور انہوں نے یہ باور کرلیا کہ ہم اولیاء وصالحین کا احترام نہیں کرتے اور ان سے محبت نہیں رکھتے ۔ یہاں تک کہ یہ بات جاہل عوام کو رہنے دیجئے ، بہت سے اہلِ علم و دین کے دل و دماغ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے ہم سے عداوت رکھی اور ہم پر بے بنیاد الزام وتہمت لگائے اور ہر برائی کو ہماری طرف منسوب کر دیا اور عوام و پبلک کے دل و دماغ میں ہم سے اور ہماری دعوت سے نفرت بھر دی ۔ اہلِ شرک سے دوستی رکھی اور ہمارے خلاف ان کا تعاون کیا اور انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ وہی لوگ اللہ کے اولیاء اور اس کے دین ورسول وکتاب کے مددگار ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے انکاری ہے۔ کیونکہ اللہ کے اولیاء تو صرف متقی وصالح لوگ ہوتے ہیں، جو اس کی شریعت کی تائید کرتے ہیں، اس کے اور اس کی شریعت کی معرفت رکھنے والے، اس پر عمل کرنے والے اور اس کی دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔ وہ ظاہری وضعدار نہیں ہوتے، وہ جھوٹے لباس میں نظر نہیں آتے ، جو عوام کو اپنے نبی کے دین ، ہدایت اور آپ ﷺ کی سنت سے منع کرتے ہیں اور اس میں بالکل کجی پیدا کر دینا چاہتے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ یہ باور کئے ہوئے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی اصل تعظیم اور ان سے سچی محبت صرف ان کے نقش قدم پر چلنے ہی میں ہے جو کام انہیں پسند تھا اور جس کا وہ حکم دیتے تھے۔ اور ان تمام باتوں سے اجتناب کرنے میں ہے جو وہ ناپسند کرتے تھے اور جن سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿**قل إن كنتم تحبون**

الله فاتبعونی یحببکم الله﴾ (آل عمران : ۳۱) ''کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔

اہلِ توحید جہاں بھی ہوں وہ انبیاء واولیاء کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، ان سے زیادہ محبت رکھتے ہیں، ان کے طریقہ، سنت، ہدایت ومنہج کی زیادہ مدد کرتے ہیں، اوران بدعتیوں کے مقابلہ میں قولاً وعملاً حق سے زیادہ قریب تر ہوتے ہیں جو ان کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والے ہیں، ان کی ہدایت وپیروی سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اوران کا معاملہ ان انبیاء واولیاء کے ساتھ بعینہ ویسا ہی ہے جیسا معاملہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور رافضیوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

اور جو شخص قرآن حکیم کو پورے قلب کی گہرائی کے ساتھ پڑھے، اس پر غور وتدبر کرے اوراسے اچھی طرح سمجھے، تو وہ شیاطین کے اتباع اور شرک سے بے نیاز ہوجائے گا، جس کا مقصد ہی آدمی کو اللہ کے ذکر ونماز سے روکنا ہے اوران کے قلوب میں نفاق پیدا کرنا ہے۔

اسی طرح جو شخص قرآن وحدیث رسول ﷺ کی طرف اپنی تمام تر توجہ مرکوز کردے اوران سے علم وہدایت چننے کی انتھک کوشش کرے، تو وہ شرک وبدعات وخرافات، لوگوں کے آراء وترخیصات، خیالات وشطحات سے بے نیاز ہوجائے گا جو کہ شیطانی وسوسہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

نیز جو شخص اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا خوف وڈر اوراس پر توکل

وبھروسہ آباد کرلے، وہ ظاہری صورتوں کے عشق اور مظاہر پرستی سے بے نیاز ہوجائے گا۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب قلب اللہ کے ذکر سے خالی ہو،تو پھر وہ اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، جو چیز اسے بھلی لگے وہ اس کا بندہ اوراس کا اسیر بن جاتا ہے۔

اس لئے توحید سے اعراض اور منہ پھیرنے والا، درحقیقت شیطان کا پجاری اور پکا مشرک ہےخواہ وہ اس کا زبان سے اقرار کرے، یا انکار۔جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوالہیاج حیان بن حصین اسدی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿**ألا أبعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ أن لا أدع تمثالاً إلا طمسته، ولا قبراً مشرفاً إلا سویته**﴾ ''کیا میں تمہیں اس مہم پر نہ بھیجوں جس مہم پر نبی کریم ﷺ نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ میں کسی مورتی کو چھوڑوں، مگر اسے مسمار کرڈالوں، اور کسی اونچی قبر کو نہ ترک کروں، مگر اسے زمیں بوس کردوں''۔

اور صحیح میں ثمامہ بن شفی ہمدانی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ''ہم فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین روم میں تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کی وفات ہوگئی، تو فضالہ بن عبید نے ہمیں حکم دیا کہ اس کی قبرکو زمین کے برابر کردیا جائے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا''۔ اس کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا اوراس پر صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اور ائمہ مجتہدین نے عمل درآمد کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**الأم**'' میں فرمایا کہ میں نے مکہ میں اماموں کو دیکھا کہ وہ قبروں پر بنائے گئے عمارتوں کو ڈھانے کا حکم دے رہے تھے۔اور قبروں پر عمارت کو ڈھانے کی تائید علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: ''کسی اونچی قبر کو نہ ترک کروں، مگر اسے زمیں بوس کر دوں''۔اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے کہ: ﴿**نهى رسول الله ﷺ عن البناء على القبور**﴾ ''نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے''۔اور اس سب سے بھی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں بنائی گئی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے اور اسے زمین کے برابر کر دینے کا حکم دیا ہے۔اس لئے جو عمارت رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ کی مخالفت میں بنائی جائے ،اس کی کوئی حرمت نہیں ہے اور نہ وہ قابل احترام ہے۔اور قطعی طور پر توحید کی نصرت وحمایت میں غاصب کی عمارت ڈھا دینے کے مقابلہ میں ڈھا دیئے جانے کے زیادہ لائق ہے، نیز مسجد ضرار کے مقابلہ میں ڈھا دیئے جانے کے زیادہ لائق ہے، جسے ڈھا دینے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔کیونکہ اس کی تباہ کاریاں اور مفاسد ان سے کہیں زیادہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی سے نصرت وتائید طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے، وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ کتنا بہترین کارساز ہے۔

وصلى الله على أفضل المرسلين سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

ترجمہ: **مشتاق احمد کریمی** فراغت: جمعہ ۲۵/ ۷/ ۱۹۹۷ء بوقت رات گیارہ بجے

فہرست کتاب